

## اندھیرا

رات آز حدگھری ہے۔ صبح ہونے میں شائد کافی وقت ہے۔ گھری میں تین بجے کا ہندسے نظر آ رہا ہے۔ صبح بھی ہو، ہی جائیگی۔ مگر کیا واقعی یہ ایک ایسی روشنی کا پیغام ہوگا، جس سے ملک کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ چلیے، سارے نہیں تو چند بنیادی مسائل ہی عزت سے حل ہو، ہی جائیں گے۔ عزت کا لفظ آز حد معنی خیز اور مشکل سا ہے۔ اسیلے کہ پاکستان جیسے مشکل ملک میں عام لوگوں کی تکریم کا کوئی خیال موجود نہیں ہے۔ یہاں عذاب دیکر بادشاہ کا خزانہ مزین کیا جاتا ہے۔ اور چند سڑکیں، پل اور ہسپتال بناؤ کراحتان کی صورت میں واپس کرنے کی ادنیٰ کوشش کی جاتی ہے۔ نہیں صاحب، اب ترقی کی کوئی خوشگمانی بلکہ بدگمانی تک نہیں ہے۔ شائد آسمان واقعی ہم سے ناراض ہے۔ پہنچی بھی یوں لگتا ہے کہ ہم نے اپنی حرکات سے زبردستی آسمانی دیوتاؤں کو حد درجہ غصہ آور کر دیا ہے۔ بذاتِ خود ہر بار بادی کے خود ذمہ دار ہیں۔ ستر سال میں ایک مسئلہ بھی حل نہ کر پائے۔ کیا واقعی یہ قیامت نہیں۔ مگر قیامت اگر صرف ایک بار ہو، تو کوئی مسئلہ نہیں۔ یہاں تو سفید پوش اور غریب طبقہ کیلئے ہر گھری قیامت در قیامت ہے۔ عجیب بات ہے۔ لکھنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا۔ کیونکہ نہ میر اروزگار قلم سے وابستہ ہے اور نہ ہی سوچ۔ جس میز پر بیٹھ کر لکھ رہا ہو۔ اس سے کھڑکی کے ذریعے باہر خوب نظر آتا ہے۔ دیکھتا ہوں تو اندھیرہ ہی اندھیرہ ہے۔ مگر عجیب بات ہے، کہ کمرے میں روشنی کے باوجود اندھیرہ اندھیرا سالگ رہا ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ ملک میں گیارہ سے تیرہ کروڑ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ ان میں پہنیں فیصد پندرہ برس سے لیکر انتیس برس تک کے ہیں۔ اکثریت بے روزگاری کے جہنم میں جل رہی ہے۔ جوان طبقے نے واضح طور پر موجودہ حکومت کو ووٹ دیا تھا۔ مگر ووٹ دینے کے بعد انکی جود رگت بنی ہے، دیکھ کر ترس آتا ہے۔ درست ہے کہ کرونا نے حد درجہ بیرونی روزگاری پھیلائی ہے۔ مگر کیا اس سے پہلے ان نوجوان بچوں اور بچیوں کیلئے سرکاری سطح پر من وسلوی اُتر رہا تھا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ صبح کانورا نے گھروں میں روزگار کی روشنی بالکل نہیں لاسکا ہے۔ موجودہ وزیر اعظم نے کوئی ایسا انقلابی پروگرام شروع نہیں کیا جس سے انکی بیرونی روزگاری کا جن بوتل میں دوبارہ بند ہو جائے۔ سابقہ وزیر اعظم یا سابقہ صدر سے کیا گلہ۔ اسکے عملی منشور میں تو کسی کی بھی فلاح کا خیال بلکہ گمان تک نہیں رکھا گیا تھا۔ ہاں، اپنی نوجوان اولاد کو ملکہ یا بادشاہ بنانے کا کام کرنے کی بھرپور جدوجہد ہوئی تھی۔ شائد اُل شریف، اُل زردار اور مذہبی جماعتوں کے گرو، قانونِ قدرت بھول گئے کہ برگد کے درخت کے نیچے کبھی بھی کوئی درخت نہیں پھلتا پھولتا۔ انکی اولاد کی دولت کام کیے بغیر حد درجہ بڑھ گئی۔ گھروں سے وسیع تر ہوتے گئے۔ بین الاقوامی سطح پر انکی دولت نے انہیں ہر جگہ ممتاز مگر بدنام کر دیا۔ مگر بدنامی سے یہاں کون گھبرا تا ہے۔ اسکے برعکس ملک کے عام نوجوان بچے اور بچیوں کی اکثریت غمِ روزگار میں رُل کر رہ گئی۔ بیرونی روزگار کی اس بھٹی میں جو جلے ہیں، اکثریت انہی کی ہے جنہوں نے موجودہ وزیر اعظم کو تخت نشین کروا یا ہے۔ کمال ہے کہ ہم اپنا ووٹ، کسی سیاستدان کو دیتے ہیں۔ مگر پہنچتا ہے کہ وہ وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ بننے ہی بادشاہ بن گیا۔ بلکہ نہیں، شہنشاہِ معظم، خلیلِ الہی۔ اس بار بھی کچھ ہوا ہے۔ ڈیڑھ کروڑ پاکستانیوں نے عمران خان کو اسیلے ووٹ دیا تھا کہ شائد، شائد ملک کے حالات اچھے ہو جائیں۔ مگر صبح آئی بھی تو تحریک انصاف کے ووٹ کیلئے نہیں ہے۔ یہ نظریں چڑا کر، انہی گرگ جہاں

دیدا کے گھروں میں جاٹھری جو ہر حکومت کے ساتھ نہیں ہونے کا طور جانتے ہیں۔ نوجوان نسل ووٹ دینے کے باوجود اپنا جائز حق حاصل نہ کر پائی۔

موجودہ صورتحال صرف روزگار کے حوالے سے خراب نہیں ہے۔ بلکہ ناقابل یقین مہنگائی کی بدولت بھی خوار ہے۔ کل، ایک دوست کافون آیا۔ سفید پوش انسان ہے۔ اپنے لیے وسائل خود مہیا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ گزشتہ روز کا گریہ سننے والا تھا۔ بتایا۔ بجلی کے بلوں نے برداشت کی ہر حد تکڑی ہے۔ تحریک انصاف کے ووٹر یا کسی دوسرے کے، سب کے سب، مونہہ کھولے بنیادی اشیاء کی بڑھتی ہوئی قیمتیوں کے ہاتھوں زندہ درگور ہو چکے ہیں۔ میرا دوست کہنے لگا کہ گھر میں چند نوکر ہیں۔ وہ جھوٹی پچھیلا پچھیلا کراس مہنگائی کے ذمہ داروں کو بد دعا کیں دے رہے ہیں۔ مرثیہ پڑھتے ہوئے کہنے لگا کہ موجودہ سیاستدانوں کو بد دعا دیتے ہوئے لوگ، پہلی بار نظر آئے ہیں۔ اپنے ملازموں کے متعلق فکر مند یہ اچھا انسان، خود بیمار ہو چکا ہے۔ عمران خان کو اس قیامت کا ادراک نہیں۔ تو پھر کیا کیا جائے۔ بجلی کے کارخانوں کے معابدوں کو کھول کر بند کر دیا گیا۔ انکے مالکان جو دراصل معاشی رہنماں ہیں، چین کے ذریعے عمران خان کو بے دست و پا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ رزاق داؤد، ندیم بابر اور اس مقام کے چند برہنہ لوگوں نے موجودہ وزیر اعظم کی سیاست کو فن پہنانا کرز میں میں دفن کر ڈالا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ تدبیح شدہ وزیر اعظم یہ سمجھتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔ ہر طرف خوشحالی اور ہریالی ہے۔ محترم! پیر روزگاری اور مہنگائی نے جس جگہ پر لاکھڑا کیا ہے۔ اسکے آگے صرف اور صرف پاتال برابر کھائی ہے۔ پاکستان میں ووٹ کی طاقت کے ذریعے آنے والے جمہوری اور غیر جمہوری بادشاہوں کے متعلق صرف یہ عرض کرتا چلوں کہ جوش ملٹج آبادی نے آج سے تقریباً سو سال پہلے، جو نقشہ نظام حیدر آباد کے دربار کا کھینچا تھا، آج مکمل طور پر وطنِ عزیز کے وزراء اعلیٰ، وزراء اعظم کے دفتروں کا اصل حال ہے۔ سینے کے جوش صاحب، نظام کے دربار کے متعلق کیا لکھتے ہیں۔ ”حیدر آباد کے سر پر جا گیرداری اور شہر یاری کا گدھ ٹھوٹنگیں مار رہا تھا۔ ہر طرف درباری سازشوں کے جال بچھے ہوئے تھے۔ نظام کے مصاحب ہر چند لکھے پڑھے نہیں تھے لیکن اس قدر کڑھے، ایسے درباری مسخرے، موروٹی مراثی، خاندانی خوش آمدخوارے، مشتاق بھانجی مار، جھوٹے قصیدہ خوان، پختہ دروغ باف، چھٹے تہمت کار، بولی ٹھوٹی میں اس قدر رطاق و مشاق اور نظام کے اس درجہ مزاج شناس تھے کہ انکو انگلیوں پر نچاتے، چاہلوں کے توہن پر روٹیاں پکاتے، اپنے کو ابھارتے، حریقوں کو گراتے، روز ماں بہن کی گالیاں کھاتے اور شربت کی طرح پی جاتے، باتوں کے طوط اڑاتے اور ان طوطوں کو اپنے آقا کی بھوؤں پر بھاتے اور اس سے ”بنی جی بھیجو“ کے نعرے لگواتے تھے۔ جس طرح سانپ والے بانسیوں پر ناگنوں کو نچاتے ہیں، اس طرح یہ مسخرے بھی اپنے ملائم لہجوں کی گاڑیوں میں اپنی آنکھوں کے گھومنے ہوئے عیار ڈھیلوں کے پیسے لگاتے اور اپنی غلط بات کو سچ ثابت کر دینے کی خاطر اپنے سدھے ہوئے چہروں کے منہ میں لگام لگا کر اپنی منزلِ مقصودی جانب ہنکاتے اور نظام کو اپنے راستوں پر چلاتے تھے اور بڑے سے حاکموں اور جا گیرداروں سے اگر بگڑ جاتے تو سر دربار انکو پٹوا کر نکلوادیتے اور انکے گھروں میں جھاڑو پھر وادیا کرتے تھے۔ انکی زبانیں ایسی ریلگتی ہوئی ناگنیں تھیں جن سے اور تو اور شاہزادے تک محفوظ نہیں تھے۔ ”یادوں کی بارات“ کے یہ نایاب الفاظ ہیں۔ بغیر تعصب کے آل شریف، آل زردار اور عمران خان کے ارد گرد، درباریوں کا اس سے بہتر الفاظ میں

ذکر کرنا محال ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جو شاید ایسا بر بادشادہ صوفی تھا جسے کشف کا ملکہ تھا۔ پورے ملک میں چند نامحترم لوگوں کے متعلق ایک بھرپور منفی سوچ اجماع کی کیفیت اختیار کر چکی ہے۔ مگر کسی پر اثر نہیں تو ہمارے موجودہ شہنشاہ پر نہیں ہے۔ فکری اور عملی انقلاب تو دور کی بات، ہمیں خود کھا کر بتایا جا رہا ہے کہ دراصل یہ اصل عربی گھوڑے ہیں۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ کیا عرض کروں۔

بیروزگاری اور مہنگائی کی دوزخ کی طرف دھیان تو ایک طرف۔ ہمیں اصل مسائل سے دور کرنے کیلئے، ایسے ایسے جال بنے جا رہے ہیں کہ دل دھلتا ہے۔ جے آئی ٹی رپورٹ کتنی ہیں۔ کسی پر چار دستخط ہیں کسی پر چھ۔ اصلی کون ہی ہے۔ نقی کوئی۔ یہ اتنی بد تہذیبی ہے کہ یقین نہیں آتا۔ پہنچیں برس سرکاری نوکری کی ہے۔ نازک ترین معاملات کو سمجھتا ہوں۔ تمام ریاستی اداروں اور وزارت داخلہ کے پاس ہر صورت میں اصل بلکہ خالص جے آئی ٹی رپورٹ موجود ہے۔ کیا وجہ ہے کہ کوئی بھی ذمہ دار ادارہ سامنے آنے کو تیار نہیں۔ وزیر اعظم کا دفتر حدرجہ استغراق میں ہے۔ کون و مکاں سے لائق۔ کون سا مسودہ درست ہے، اس پر سرسکس جاری ہے۔ خراب کون ہو رہا ہے۔ صرف اور صرف تحریک انصاف۔ صرف اور صرف عمران خان کی ساکھ۔ اس کھیل کو دکامرکزی کردار، وزیر ہر جگہ یہ کہتا ہے کہ اس نے پر لیں کانفرنس وزیر اعظم سے پوچھ کر کی ہے۔ اسے نازک ترین رپورٹ نامعلوم بندے نے دی ہے۔ جسکو جانتا تک نہیں۔ یہ صرف اور صرف ایک سفاک مذاق کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بالکل یہی بیانیہ، وزیر ہو بازی کا ہے۔ یہی کہتا ہے کہ اس نے اسمبلی میں تقریر، وزیر اعظم سے پوچھ کر کی ہے۔ ایک ہفتہ پہلے بھی عرض کی تھی۔ کہ درست کام کو بھی انتہائی نامعقول طریقے سے کیا گیا ہے۔ معمولی سی ڈھنی پختگی کے بغیر۔ کیا عجب بات نہیں کہ سابقہ فرائیں، اربوں ڈالر کما کر بھی قانون کے مندر میں پناہ لے چکے ہیں۔ اور تحریک انصاف کا وہ رانتظار کر رہا ہے کہ قارون کا خزانہ، کب ملکی خزانے میں اضافہ کا باعث بنے گا۔ کب لڑی ہوئی دولت واپس آئیگی۔ کب عام انسان کیلئے روزگار کے بندرووازے کھلیں گے۔ کب اور کیون مرہنگائی کی دوزخ انسانی جسم کو جلائے بغیر، بہتر کار کر دگی سے ٹھنڈی کر دی جائیگی۔ پاب شائد یہ خواب ہی ہے۔ جس میں لفظوں کے جال سے نوجوان بچوں اور بچیوں کو مقيد کیا گیا تھا۔ مگر صاحب، اصل میں ہر طرف اندھیرا، اندھیرا ہے۔ صح ہونے کو ہے۔ مگر سٹڈی میں روشنی ہونے کے باوجود ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہے۔ گھناؤ پ

اندھیرا۔

راو منظر حیات